بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

جون 2018ء / رمضان المبارک 1439ھ جلد نمبر 10، شمارہ نمبر 6

قیمت: 20 روپے سالانہ ممبر شپ: 200 روپے تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

فہرست مضامین

- کفر وعناد؛ قرآنی تعلیم سے محرومی اور عذاب کا سبب
- یومِ عید؛ انعاماتِ الٰہی کا دن
- قیامِ رمضان المبارک اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- رمضان المبارک اور نزولِ قرآن کی حکمت
- پاکستان میں عوام ناکام کیوں ہوتے ہیں؟
- عالمِ برزخ میں انسانوں کے حالات (2)
- سلطان محمود غزنویؒ کی جہاں بانی
- بجٹ؛ بازیچۂ اطفال
- مراکز کا قیام اور اُن کے مقاصد
- سچے اور جھوٹے مراکز کی پہچان
- دینی مراکز کی تعمیر اور سرپرستی میں خانقاہِ رائے پور کا کردار
- ادارہ رحیمیہ؛ طے شدہ دینی اساسی اصولوں پر قائم ہوا ہے
- حضرت شیخ خواجہ محمد شعیب تورڈھیرویؒ
- ''السعید بلاک'' ادارہ رحیمیہ کی افتتاحی تقریب
- سیمینار بہ یاد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
- اعتکاف کے مسائل
- صدقۂ فطر اور عید الفطر کے احکام و مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا:

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ سیاست کسے کہتے ہیں؟

فرمایا کہ: ''مولوی صاحب! آپ یوں سمجھ لیں حکومت کو کہتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں اسلام کی حکومت بھی تو ہوتی تھی۔ وہ اسلام کی سیاست ہی تو تھی۔''

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (رائے پوری) نے عرض کیا کہ:

لوگوں کی ہر بات کی اصلاح اور تربیت کا کام سیاست ہے۔

فرمایا: ''یہ تو غایت (حکومت کا نتیجہ) ہے، حکومت اس (اصلاح اور تربیت کے کام) میں جس طرح حصہ لے، وہ سیاست ہے۔''

(مجلس: ۷ر صفر المظفر ۱۳۶۶ھ/11 رجنوری 1947ء۔ مقام: ڈھڈیاں)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 29-228، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

کفر و عناد؛
قرآنی تعلیم سے محرومی اور عذاب کا سبب

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَ عَلٰی سَمۡعِہِمۡ ؕ وَ عَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ ۫ وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۷﴾ (1:7-6)

(بے شک جو لوگ کافر ہو چکے، برابر ہے ان کو، تُو ڈرائے یا نہ ڈرائے، وہ ایمان نہ لائیں گے۔ مُہر کر دی اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔)

گزشتہ آیات میں بتلایا گیا کہ قرآن اور اس کی تعلیم و تاثیر میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو لوگ اس کتاب کی تعلیمات کی طرف توجہ دیں گے، ان میں تقویٰ سے متعلق چھ اوصاف ضرور پیدا ہوں گے۔ ان مذکورہ بالا آیات میں بتلایا جا رہا ہے کہ جو لوگ اس تعلیم کا انکار اور اس سے بغض رکھتے ہیں، وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ان پر قرآن حکیم کی تعلیمات اثر کرنے والی نہیں ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ اپنے کفر و عناد کے سبب قرآنی تعلیم کی طرف متوجہ ہی نہیں ہو رہے ہیں۔ حال آں کہ حضور ﷺ نے مکی دور میں دس بارہ سال تک انھیں قرآن حکیم کی تعلیم کی دعوت بڑی جاں سوزی کے ساتھ دی، لیکن حضورؐ سے بغض و عداوت کے سبب وہ نہ صرف ایمان سے محروم رہے، بلکہ اس تعلیم کی مسلسل ناقدری کے سبب اللہ نے ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا: کسی کتاب سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو پوری توجہ اور اہتمام سے اس کے مضامین پر غور و فکر کرتے ہوں اور اُس میں بیان کردہ تعلیمات کو ماننے، سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن جو لوگ بغض و حسد کے سبب کسی کتاب کا انکار اور اس کی تعلیم دینے والے معلمِ انسانیتؐ سے نفرت رکھتے ہوں تو وہ ایسی تعلیم سے ہرگز فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس میں کتاب کی تعلیم کی حقانیت اور اثر آفرینی کا کوئی قصور نہیں، بلکہ اس سے بغض اور عداوت رکھنے والوں کا قصور ہوتا ہے۔ معلمِ انسانیت تو تمام لوگوں کو صحیح تعلیم کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ وہ اپنے ماحول میں فکر مند ہیں کہ تمام لوگوں کو اس تعلیم سے فائدہ ہو، لیکن جن لوگوں کے دلوں میں اس کا انکار بیٹھا ہوا ہے، وہ اپنے کفر و عناد کے سبب صحیح تعلیم پر ایمان لانے سے محروم ہوتے ہیں۔

سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾ یعنی جو لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس کتابِ مقدس اور اس کے بھیجے ہوئے رسولؐ کا انکار کر رہے ہیں، انھیں خواہ کتنا ہی ڈرایا جائے یا نہ ڈرایا جائے، وہ کسی حال میں کتابِ مقدس کی تعلیم سے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ اس لیے وہ کبھی اس تعلیم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حسد، بغض، نفرت اور انکار ایسے منفی رویے ہیں کہ ایسے شخص پر کسی قسم کی تنبیہ اثر نہیں کرتی۔ یہ رویے صحیح حقائق کو سمجھنے کے راستے کی رُکاوٹ اور درست تعلیم پر ایمان لانے سے محروم ہونے کا سبب ہیں۔

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ: علم حاصل کرنے کے تین ہی ذرائع ہیں: کانوں سے انسان کسی علمی گفتگو کو سنتا ہے۔ دل سے اُسے سمجھتا ہے۔ آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ انسانی قلب کسی علم کو سمجھنے کا بڑا اہم ترین ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ فہم اور سمجھ تبھی ہوتی ہے، جب دل کسی تعلیم کی طرف متوجہ ہو اور اسے سمجھنا چاہے۔ جو آدمی دل سے کسی تعلیم کو سمجھنے سے مسلسل انکار کرے تو اس منفی رویے کے نتیجے میں اُس کے دل کی سمجھ بوجھ کی حالت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ دل ایک لمبی مدت تک سمجھنے کا کام نہ کرے تو اس کا نتیجہ دل کے صحیح فیصلے کرنے کی قوت کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔ ایسی صورت میں دل کے ناکارہ ہونے کے سبب اس پر مہر لگ جاتی ہے۔ جب ایک عضو اپنے اصل افعال کے مطابق کام نہ کرے اور اس کی ناقدری کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسی صلاحیت اور استعداد کو ختم کر کے اس پر مہر لگا دیتا ہے۔

وَ عَلٰی سَمۡعِہِمۡ ؕ: انسان کے کان اچھے علم اور گفتگو کو سننے کے لیے ہوتے ہیں۔ یہ بھی علم کے حصول کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔ خاص طور پر ایک ایسے اُمّی ماحول —— جہاں لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے —— میں کہ لوگ اچھی باتیں اور علم سن کر ہی اپنی زندگی کو بہتر بناتے ہوں۔ ایسے ماحول میں اگر کوئی آدمی بیان کردہ صحیح علم کی طرف اپنے کانوں کو متوجہ نہ کرے، نفرت، بغض اور عداوت کی وَجہ سے سننے سے انکار کر دے تو یقیناً سچی بات کے سننے سے اس کے کان محروم رہیں گے۔ اور اگر کانوں کو صحیح علم کی طرف متوجہ ہو کر سننے کا کام ایک لمبی مدت تک چھوڑ دیا جائے تو اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گویا کانوں کی سماعت کی صلاحیت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ سچے علم کو سننے کی صلاحیت سے قطعی طور پر محروم ہو چکے ہیں۔ اس پر اللہ نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی۔

وَ عَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ ۫: صحیح علم کے حصول کا ایک اہم ذریعہ آنکھیں ہیں کہ ان کے ذریعے سے مشاہدات اور تجربات حاصل ہوتے ہیں۔ اور یوں صحیح علم کی طرف رسائی حاصل ہوتی ہے، لیکن کسی علم کا انکار اور اس کے استاذ اور معلم سے بغض و عداوت کی عادت آنکھوں میں ایسی نفرت بھر دیتی ہے کہ جس سے آنکھوں کے مشاہدے کے ذریعے صحیح علم حاصل کرنے کی حالت خراب ہو کر رہ جاتی ہے۔ انسان آنکھوں کے سامنے ہونے والے تجربات اور مشاہدات کو بھی ماننے سے انکار کر دیتا ہے اور ایک لمبی مدت تک بغض و نفرت کا یہ پردہ آنکھوں پر چڑھا رہے تو صحیح علم کا حصول ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے۔

وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۷﴾ ایسی صورت میں جب کہ علم کے حصول کے تینوں ذرائع ختم ہو کر رہ گئے ہوں اور صحیح فکر و عمل سے انسان محروم رہ جائے، نیز کفر، حسد، بغض اور نفرت کی آگ میں انسان جل رہا ہو تو یہی بداَخلاقیاں اس کے لیے دنیا میں ایک بڑے عذاب سے کم نہیں ہیں۔ اس طرح سچی تعلیمات کے انکار کے نتیجے میں ترقیات سے محرومی رہتی ہے اور آخرت کا دردناک عذاب بھی ایسے ہی بداَخلاق لوگوں کے لیے ہوگا۔ جب ایک انسان علم کے حصول کے ایک اعلیٰ ترین ذریعے اور صحیح فکر و عمل کا مسلسل انکار کرتا رہے اور اس کی طرف قطعی طور پر توجہ نہ دے تو صحیح راستے کا علم نہیں رہتا۔ غلط راستے پر انسان بھٹکتا رہتا ہے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف دنیا میں تکلیف اور مصیبتیں انسان کو پہنچتی ہیں، بلکہ آخرت میں بھی اُن کے لیے دردناک عذاب ہوتا ہے۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

یومِ عید: انعاماتِ الٰہی کا دن

عَنْ اَنَسِ بنْ مَالِکؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ”فَاِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِھِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِھِمْ، بَاھٰی بِھِمْ مَلٰٓئِکَتَہٗ. فَقَالَ: یَا مَلٰٓئِکَتِیْ! مَاجَزَآءُ اَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَہٗ؟ قَالُوْا: رَبَّنَا! جَزَآءُہٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرُہٗ. قَالَ: مَلٰٓئِکَتِیْ! عَبِیْدِیْ وَ اِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْھِمْ، ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَآءِ. وَعِزَّتِیْ، وَجَلَالِیْ، وَکَرَمِیْ، وَ عُلُوِّیْ، وَ ارْتِفَاعِ مَکَانِیْ، لَاُجِیْبَنَّھُمْ. فَیَقُوْلُ: اِرْجِعُوْا! قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنٰتٍ. قَالَ: فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّھُمْ.“ (البیھقی فی شعب الایمان، حدیث نمبر3817)

(حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جب عید یعنی عیدالفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں: اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا جزا ہے، جس نے اپنا کام پورا کیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: پروردگار! اس کی جزا یہ ہے کہ اس کو پورا اجر دے دیا جائے۔ اللہ فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور میری بندیوں نے میرے اس فریضے کو جو اُن کے ذمے تھا، ادا کردیا۔ پھر وہ (عیدگاہ کی طرف) دعا کے لیے نکلتے ہیں۔ مجھے اپنی عزت و جلال، کرم و بلندی اور بلند مرتبے کی قسم! میں اُن کی دعا قبول کروں گا۔ پھر اللہ فرماتے ہیں: اے میرے بندو! لوٹ جاؤ! میں نے تمھیں بخش دیا اور تمھاری برائیاں نیکیوں میں بدل دیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں: ”لوگ اس حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کی بخشش ہوچکی ہوتی ہے۔)

عیدالفطر کا دن رمضان المبارک میں کی جانے والی عبادات کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے انعامات حاصل کرنے کا دن ہے۔ ایک حدیث ہے کہ: ”جب مسلمان عید کی نماز ادا کرنے کے لیے عیدگاہ کی طرف جاتے ہیں تو فرشتے راستوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور آواز لگاتے ہیں: اے مسلمانو! تمھیں رات میں عبادت اور دن میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم حکم بجالائے۔ سو اَب تم اپنے انعامات حاصل کرلو۔ پس جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو ایک فرشتہ ندا دیتا ہے: سنو! تمھارے ربّ نے تمھیں بخش دیا ہے۔“

رمضان کی عبادت کرکے انسان شانِ بندگی اختیار کرتا ہے۔ ان عبادات کے ذریعے مؤمن اللہ تعالیٰ سے خاص لگاؤ پیدا کرلیتا ہے۔ اس کی اس کیفیت پر اللہ تعالیٰ خوش ہوکر روزِ عید اس پر انعام فرماتے ہیں۔ عید؛ اظہارِ مسرت کے لیے ہے اور یہ خوشی تب مکمل ہوتی ہے جب انسان دوسروں کو اپنی خوشی میں شریک کرے۔ اس لیے صدقۃ الفطر دینے، اہل و عیال اور ضرورت مندوں پر رزق کی فراخی پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: حضورؐ نے فرمایا کہ: ”عید کے دن نادار لوگوں کو سوال کرنے کی حاجت سے بے نیاز کردو۔“ یعنی انھیں لباس پہناؤ، کھلاؤ پلاؤ اور ان لوگوں کو اپنی خوشی میں شریک کرلو، جو کسی وجہ سے خوشی کو اچھے طریقے سے پورا نہیں کرسکتے۔ یوں عید کا دن انعاماتِ الٰہی اور اجتماعی نتائج کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ دراصل عبادات کا حاصل اور مقصد یہی ہے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

قیامِ رمضان المبارک اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمرؓ اپنے مدبر ذہن کے سبب اُمت کی سیاست کی تنظیم میں ہر چھوٹی بڑی بات کا خیال رکھتے تھے۔ آپؓ سادہ و عملیّت پسند زندگی کے قائل تھے۔ انھیں ماہِ مبارک کی اس اہمیت کا ادراک تھا کہ قیامِ رمضان ایک شرعی حکم اور تاریخی و مؤثر عمل ہے اور فیوضِ ربانی کے حصول اور تربیتِ باطنی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس کے لیے انھوں نے تراویح پڑھنے پڑھانے کا منظّم طریقۂ کار وضع کیا۔ اس سے تمام لوگوں کے لیے قیامِ رمضان کے اثرات و برکات کا حصول آسان ہوا اور اس کے اثرات اجتماع میں منتقل ہوئے۔ قیامِ رمضان کو علمی و عملی لحاظ سے سنتِ نبویؐ کی اَساس پر خلافت کے حکم نامے سے منظّم و باقاعدہ شکل دی اور غلبہ دین کے دیگر تقاضوں اور اقدامات کی طرح اس ضرورت کو محسوس کیا اور تراویح کا اجتماعی اہتمام کیا۔ حضرت علیؓ نے مسجد میں قرآن کی آواز سنی اور مسجد کو آباد دیکھا تو حضرت عمرؓ کے لیے دعا کی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ”تراویح کی بیس رکعت ہونے پر اجماع ثابت ہے۔“ چناں چہ خلفائے راشدینؓ کے زمانے سے ہی حرمین شریفین میں بیس تراویح کا اہتمام پورے تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ رمضان کی بابرکت ساعات میں اجتماعی طور پر ایک بڑے ماحول میں دینِ حق کی تعلیمات کی پُرسوز تاثیرات ظاہر ہوئیں۔ اس طرح تراویح ادا کرنے سے ہر دور میں اہلِ حق کی اجتماعی صحبت سے مستقبل میں کردار ادا کرنے والی نوجوان نسل ایک مضبوط قوت کے طور پر تیار ہوئی اور قرآنی انوارات و تجلیات کے حامل تربیت یافتہ لوگ پیدا ہوتے رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں سلطنت کے دیگر مقامات پر جو ائمہ مقرر کیے جاتے، ان کے اندازِ قراءت سے ہر رکعت کی مقدارِ قراءت کا تعین کیا جاتا۔ تیز پڑھنے والا 30 آیات، درمیانہ رفتار والا 25 آیات اور بہت ٹھہر کر پڑھنے والا 20 آیات ہر رکعت میں پڑھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامِ رمضان کے حوالے سے عوامی سطح پر ضرورتوں کو مدِنظر رکھ کر طریقۂ کار اختیار کیا، تاکہ کسی طبقے پر بوجھ نہ ہو۔ گویا عبادات کے ذاتی ذوق اور اجتماعی تشکیل کے تقاضے ملحوظ رہے، جب کہ انفرادی معمولات تو واضح تھے کہ ہر فرد رات کا بقیہ وقت عبادت، تلاوت اور ذکر اللہ میں گزارے۔ آخری عشرے کے حوالے سے آپؓ تلقین فرماتے کہ: ”لیلۃ القدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔“ جب کہ خاص لوگ رمضان میں بہت زیادہ عبادت اور تفکرِ آیات میں مصروف رہتے۔ ماہِ رمضان کے آغاز سے تکمیل تک کے مراحل کی مکمل رہنمائی فرماتے اور ہر قسم کی غیر ثابت کمی بیشی پر نظر رکھتے۔ روزہ کے مقاصد کی طرف بھی توجہ دلاتے کہ: ”روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں، بلکہ روزہ جھوٹ، باطل، لغو اور جھوٹی قسم سے بچنا ہے۔“

عیدالفطر کے دن پہلے نماز پڑھاتے، پھر خطبہ دیتے۔ ایک بار فرمایا کہ: ”ان عیدین کے دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے۔ عیدالفطر میں اس لیے کہ روزوں کے اختتام پر کھانے کا حکم ہے اور اضحیٰ کا دن اپنی قربانی سے نفع کا دن ہے۔“ بتانا یہ تھا کی اسلام دینِ فطرت ہے۔ مادی اور روحانی تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے۔ اور یہی انسانیت کی ترقی ہے۔

www.rahimia.org

شذرات

رمضان المبارک اور نزولِ قرآن کی حکمت

انسانوں کی رہبری اور رہنمائی کے لیے تمام مقدس صحیفے رمضان المبارک ہی میں نازل ہوئے، البتہ قرآن حکیم کا رمضان المبارک سے کچھ خاص ہی تعلق ہے۔ چناں چہ قرآن حکیم کو جہاں اس مبارک ماہ کی ایک بابرکت رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل فرمایا گیا، وہاں حضور اکرمؐ کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن حکیم کا خصوصی اہتمام رکھنا، حضرت جبرائیل علیہ السلام کا رمضان المبارک میں نبی اکرمؐ کو قرآن کریم کا دَور کرانا، نیز تراویح میں ختم قرآن کا اہتمام اور صحابہ کرامؓ و بزرگانِ دین کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا دراصل قرآن حکیم کے مضامین میں غور و فکر کی اہمیت کو دوچند کر دیتا ہے۔

قرآن حکیم کے نزول سے قبل انسانیت کئی گروہوں میں بٹ چکی تھی اور ہر گروہ اپنے آپ کو درست اور صحیح سمجھتا تھا اور دوسروں کو گمراہ جانتا تھا۔ اس کے نتیجے میں انسانیت باہم دست و گریباں تھی، لیکن قرآن نے انھیں محدود دائروں سے نکال کر آفاقیت بخشی۔ قرآن نے انھیں نسل، رنگ اور گروہیت کے تمام امتیازات سے اٹھا کر انسانیت کے عالم گیر منصب پر لا کھڑا کیا اور اپنے ماننے والوں کو تمام انسانیت کا محافظ بنا دیا۔ صدرِ اوّل کے مسلمانوں نے قرآن کے عالم گیر پیغام کو اپناتے ہوئے پوری انسانیت کو اپنا مخاطب بنا لیا۔

قرآن حکیم کے اس آفاقی اور عالم گیر پیغام کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں ایک عالم گیر انسان دوست معاشرے کا قیام عمل میں آ گیا، جہاں تمام قوموں میں رائج غلط افکار اور ظالمانہ نظام ختم ہوئے اور سچے افکار و نظریات اور عادلانہ نظام کے ساتھ قومیں ایک دوسرے کے قریب آئیں۔ انسانیتِ عامہ کا یہ باہمی ملاپ انسانی ترقی کا زینہ بنا۔ کیوں کہ قومیں اور نسلیں جب ایک دوسرے کے قریب ہوئیں تو انھوں نے ایک دوسرے سے اپنے تجربات شیئر کیے اور یوں ایک قوم کا مثبت تجربہ پوری انسانیت کا اثاثہ بن گیا۔ یوں انسانیت کے آفاقی اصولوں پر ایک عالم گیر معاشرہ وجود میں آ گیا۔

قرآن حکیم نے قوموں کی تاریخ کے حوالے سے اپنے بیانیے میں ہمیں سابقہ اُمم کے احوال میں یہی چیز سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ جب بھی کوئی قوم انسانیتِ عامہ کے تصور سے عاری ہوتی ہے تو انفرادیت کی دلدل میں دھنس جاتی ہے اور زوال اس کا مقدر ٹھہرتا ہے۔ قرآن حکیم نے اپنے آپ کو کسی ایک قوم، مذہب یا نسل تک محدود نہیں کیا۔ اس نے قوموں کے عروج و زوال کو بیان کرتے ہوئے ترقی کے اصول اور تنزل کی علامات بتا دی ہیں۔ کل انسانیت اس کی مخاطب ہے، جو چاہے اس کے راستے پر چل کر اپنی مراد کو پا لے۔ یہ ایک عملی کتاب ہے جو اس پر عمل پیرا ہوگا، وہی نتائج پائے گا۔ عمل کے بغیر محض عقیدت اور رسمی تعلق سے نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ چناں چہ رمضان المبارک کا مہینہ قرآن کی نسبت سے ایک ایسا مہینہ ہے، جس میں ہم اپنی آج کی حالت کو قرآن کے نظریۂ عدل کے مطابق سُدھار سکتے ہیں۔

قرآن حکیم کو ھدًی لّلمتّقین، رمضان کو لعلّکم تتّقون اور عدل کے قیام کو تقویٰ کے سب سے قریب إعدلوا ھو أقرب للتّقویٰ فرمایا گیا ہے۔ جس سے قرآن، رمضان، تقویٰ اور عدل کا آپس میں ایک خاص تعلق ظاہر ہوتا ہے، جو رمضان کے مہینے میں ہم سے تہذیبِ نفس اور قیامِ عدل کا تقاضا کرتا ہے۔ چناں چہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بیان کردہ تقویٰ کی تعریف کی تشریحات کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''تقویٰ انسان کا وہ صحیح وجدان ہے جو ظلم کو پہچان لیتا ہے۔...قرآن کا انقلاب اجتماعِ انسانی میں یہی تقویٰ کی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اجتماع میں سے ہر ایک قسم کا ظلم دور کرنے کے لیے اپنا جان و مال سب کچھ قربان کرنے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عملوں کی جواب دہی کے لیے ہر وقت تیار رہے۔''

پاکستان میں عوام ناکام کیوں ہوتے ہیں؟

اس وقت ہمارا ملک پاکستان ایک تشویش ناک صورتِ حال سے گزر رہا ہے۔ نئے الیکشن ہونے جا رہے ہیں، جس کے نتیجے میں نئے نعرے، نئے اتحاد اور کئی ایک تحریکیں نئے ناموں سے وجود میں آ رہی ہیں۔ ان میں سے اس وقت ہمارے ہاں ایک بیانیہ ملک میں اسلامی نظام یا نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کا مطالبہ رکھنے والے عناصر نے اختیار کیا ہے۔ انھوں نے ایک مردہ اتحاد میں روح پھونک کر اسے دوبارہ ''متحدہ مجلس عمل'' کے نام سے زندہ کر لیا ہے۔ دوسری طرف ''ووٹ کو عزت دو'' اور جمہوریت کو بااختیار بنانے کا سلوگن لے کر اٹھنے والا طبقہ ہے۔ اور تیسری طرف ''نئے پاکستان'' اور تبدیلی کے دعوے دار جمے کھڑے ہیں کہ وہ پاکستان کو نیا بنا کر رہیں گے۔ اور ایک چوتھی پُرانی جماعت ابھی تک قوم کو یہ باور کروانے میں مصروف ہے کہ ''بھٹو اب بھی زندہ ہے۔''

ہم مسلمان ہیں اور اسلام ہماری آرزوؤں کا مرکز ہے، لیکن گزشتہ ستر سالوں سے ایک طبقہ ہمیں مسلسل اسلام کے نام پر دھوکا دیتا چلا آ رہا ہے۔ جب بھی نئے الیکشن آتے ہیں، وہ قوم کو دُہائی دیتا ہے کہ اسلام خطرے میں ہے۔ اب کے اگر ہمیں ووٹ نہ ڈالا گیا تو نعوذ باللہ اسلام کا وجود بچنا مشکل ہے۔ وہ قوم کو پُرانا حساب نہیں دیتے، لیکن نیا کھاتہ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس اتحاد کی بڑی دو جماعتیں گزشتہ دور میں الگ الگ سمت میں گامزن حکومتوں کی اتحادی بھی رہ چکی ہیں، بلکہ بہ یک وقت چاروں صوبوں میں قائم متضاد حکومتوں کا حصہ بھی ہوتی ہیں، جو کہ اقتدار کے باقی چند ہفتوں سے پہلے اقتدار کو لات مار کر پھر اسلام پسند عوام کے پاس آ جاتی ہیں۔ یہ عوام سے اسلام کے نام پر ووٹ لے کر پھر ایوانوں میں جا کر ظلم کے نظام کی حکومتی یا اپوزیشن جماعتوں کی بیساکھی بن جاتی ہیں۔

پاکستان پر تین دہائیوں سے اسٹیبلشمنٹ کے ایما پر مسلط طبقہ اب کی بار جس طرح منہ کے بل گرا ہے، اسے سمجھ نہیں آ رہی کہ اب وہ کیا کرے، لیکن ''چور چوری سے جائے، ہیرا پھیری سے نہ جائے'' لوگوں سے ووٹ لے کر ان کی عزتوں سے کھیلنے والوں نے اب کہنا شروع کر دیا کہ اجی ''ووٹ کو عزت دو۔ جمہوریت کے پودے کو جڑ پکڑنے دو۔'' جمہوریت کی جڑ کو کھانے والے خطرناک کیڑے تو آپ ہی کی جماعت میں گزشتہ ستر سالوں سے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی شکل میں پلتے بڑھتے رہے ہیں۔ خلائی مخلوق کے کندھوں پر سوار ہو کر قوم کی گردنوں پر مسلط ہونے والے اب خلائی مخلوق سے نجات کے مژدے قوم کو سنا رہے ہیں۔ جب آپ طاقت میں تھے، تب یہ کام کیوں نہ کیا؟ اس لیے کہ آپ بھی اس وقت قوم کے خلاف ایک سٹیک ہولڈر تھے۔ (بقیہ: صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

عالم برزخ میں انسانوں کے حالات

2

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغه'' میں فرماتے ہیں:

''(3) تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں، جن کی بہیمیت اور ملکیت دونوں کمزور ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ (اپنے اچھے اور نیک اعمال کے سبب) ملاءِ سافل کے فرشتوں سے جا ملتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی ملکیت کے بہیمیت میں زیادہ داخل نہ ہونے، اُس کے تابع اور اُس سے متاثر نہ ہونے کے جبلی سبب اور کسبی طور پر نیک اعمال اختیار کرنے کی وَجہ سے دلی طور پر پاکیزہ اور طہارتوں کے ماحول میں رہتے ہیں۔ اس وَجہ سے اُن میں ملاءِ سافل کے فرشتوں کے الہامات کا نزول اور اُن میں ملکیت کی نورانیت ظاہر ہوتی ہے۔

(اس قسم کے لوگوں کے مزاج کو سمجھنے کی مثال یہ ہے) جیسا کہ بسا اوقات کوئی انسان مردوں کی شکل وصورت پر پیدا ہوتا ہے، جب کہ اُس کا مزاج ہیجڑوں جیسا ہوتا ہے اور وہ عورتوں کی حرکات وسکنات کی طرف میلان رکھتا ہے۔ ایسا شخص اپنے بچپن میں مردانہ خواہشات اور زنانہ خواہشات میں فرق و امتیاز نہیں رکھتا۔ اُس زمانے میں وہ کھانے پینے اور کھیل کود میں مشغول رہتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے بڑوں کے حکم کے مطابق مردوں کے طور طریقوں کو اختیار کر لیتا ہے اور عورتوں کی عادات واطوار اختیار کرنے سے رُکا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ جوان ہوتا ہے اور اپنی اصل ہیجڑوں کی سی طبیعت کی طرف لوٹتا ہے تو پھر وہ اپنے اختیار سے عورتوں کی شکل وشباہت اور اُن کی عادات واطوار اپنا لیتا ہے۔ اور اُس پر غلط قسم کی شہوت اور خواہشات کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ وہ ایسے کام کرتا ہے، جو عورتیں کرتی ہیں۔ انھیں کی طرح گفتگو کرتا ہے اور اپنا نام بھی عورتوں کی طرح رکھ لیتا ہے۔ اس طرح وہ مردوں کے دائرے سے بالکل خارج ہو جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح اس تیسری قسم کے کچھ لوگ اگرچہ دنیا کی زندگی میں اپنے طبعی تقاضوں اور گرد وپیش کے ماحول کے سبب سے محض کھانے پینے اور جنسی خواہشات کو پورا کرنے میں مشغول رہتے ہیں، لیکن اپنی جبلت کے سبب ملاءِ سافل کے (فرشتوں) کے قریب تر اور اُن کی طرف بہت زیادہ کشش رکھتے ہیں۔ ایسا انسان جب مرتا ہے اور اُس کے تمام دُنیوی تعلقات ختم ہو جاتے ہیں تو اپنے اصل مزاج کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ چناں چہ وہ (ملاءِ سافل کے) فرشتوں کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے اور انھیں میں رہنے والا ایک فرد بن جاتا ہے۔ اُن پر ہونے والے الہام کی طرح اُس پر بھی الہام ہوتا ہے۔ جس طرح فرشتے جد وجہد اور کوشش کرتے ہیں تو وہ بھی وہاں کوشش میں مشغول رہتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) ''میں نے جعفر بن ابی طالبؓ کو فرشتے کی صورت میں دیکھا، جو کہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اپنے دو پروں کے ذریعے اُڑتا پھر رہا تھا۔'' (رواہ الترمذی، ومشکوٰۃ، حدیث نمبر 6153)

یہ لوگ (عالمِ برزخ میں) بسا اوقات اللہ کے دین کو غالب کرنے میں مشغول ہوتے ہیں اور (دنیا میں) اللہ کی جماعت کی مدد کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ دنیا میں آدم کی اولاد کو خیر کی باتوں کا الہام کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگوں کو اپنی اصلی جبلت کے سبب جسمانی صورت اختیار کرنے کا بڑا شدت کے ساتھ شوق ہوتا ہے۔ چناں چہ وہ عالمِ مثال کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ تب عالم مثال کی قوت اُن کے نسمۂ ہوائی کے ساتھ مل جاتی ہے اور اس طرح وہ ایک نورانی جسم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو بعض اوقات کسی خاص کھانے کا شوق ہوتا ہے۔ چناں چہ وہاں انھیں جس چیز کی خواہش ہوتی ہے، وہ پوری کی جاتی ہے، تا کہ اُن کا شوق پورا ہو جائے۔ ایسے لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے: ''تم اُن لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے، مُردے مت سمجھو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔ جو کچھ اللہ پاک اپنے فضل سے انھیں دیتا ہے، اس پر وہ خوش ہیں۔'' (3:70-169)

اس تیسری قسم کے ان پہلے لوگوں کے مقابلے پر ایک اَور قوم جو اپنی جبلت کی وَجہ سے شیاطین کے ماخذ کے قریب تر ہوتی ہے، کچھ اس طرح سے کہ ان کا مزاج ہی فاسد ہوتا ہے۔ وہ ایسی رائے رکھتے ہیں جو حق اور سچائی کے سراسر متضاد اور رأیِ کُلّی (مفادِ عامہ) کے سراسر خلاف ہوتی ہیں اور اچھے اَخلاق سے بہت دور ہوتی ہیں۔ وہ شیاطین سے قربت کی وَجہ سے اپنے فعل واختیار سے بداَخلاقی پر مبنی کاموں کو پسند کرتے، فاسد اور غلط افکار اختیار کرتے اور شیطانی وسوسوں کی اتباع کرتے ہیں۔ چناں چہ انھیں اللہ کی لعنت گھیر لیتی ہے۔ ایسے لوگ جب مرتے ہیں تو شیاطین کے ساتھ جا کر مل جاتے ہیں۔ انھیں ظلمانی لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ اور ان کو ایسی شکل وصورت دی جاتی ہے کہ جس کے ذریعے سے وہ پست قسم کی لذات کو پورا کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

اس تیسری قسم کے پہلے لوگ اپنے دل میں خوشی کے پیدا ہونے کے سبب بڑے انعام کی حالت میں ہوتے ہیں اور اس قسم کے دوسرے لوگ غم اور تنگی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ بالکل اُس ہیجڑے کی طرح جو یہ جانتا ہے کہ یہ ہیجڑا پن انسان کے حالات و احوال میں انتہائی بُرا ہے، لیکن وہ اپنی اس حالت کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

(4) چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی ملکیت اور بہیمیت میں اگرچہ صلح ہوتی ہے، لیکن اُن کی بہیمیت طاقت ور اور قوی ہوتی ہے، جب کہ اُن کی ملکیت کمزور اور ضعیف ہوتی ہے۔ دنیا میں موجود لوگوں کی اکثریت ایسے ہی ہے۔ ایسے لوگوں کے اکثر کام اُس صورتِ حیوانی کے مطابق ہوتے ہیں، جو جبلی طور پر انسانی بدن میں تصرفات رکھتی ہے اور اُس میں غوطہ زن ہے۔ ایسے لوگوں کی موت اُن کی روحوں کو اُن کے بدن سے مکمل طور پر جدا نہیں کرتی، بلکہ اُن کی موت کے بعد ہوتا صرف یہ ہے کہ ان کی روحیں ان کے بدنوں سے کام نہیں لے سکتیں، مگر ان کی روح کے خیال میں ان کا بدن ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس حوالے سے انھیں اس بات کا ایسا پختہ گمان ہوتا ہے کہ جس کی مخالفت کا انھیں خیال تک بھی نہیں آتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی روح ہی اُن کا عین جسم ہے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

تاریخ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

سلطان محمود غزنویؒ کی جہاں بانی

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ (وفات ۶۷۲ھ/ 1274ء) نے 'مثنوی رومی' سے بہت شہرت پائی۔ قونیہ (ترکی) میں ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔ انھوں نے اس میں بے شمار واقعات اور حکایات کے ذریعے تمثیلی انداز میں انسانی نفس، قلب اور عقل کے امراض اور علاج کی نشان دہی کی۔ درجِ ذیل حکایت میں انھوں نے انسان میں موجود صلاحیتوں اور خوبیوں کے غلط استعمال پر تنبیہ فرمائی اور انھیں انسانی فلاح و بہبود میں استعمال کرنے کی رہنمائی فرمائی۔ فرماتے ہیں:

ایک رات سلطان محمود غزنوی گشت کرتا ہوا ایک بیاباں (جنگل) میں پہنچ گیا، جہاں چند آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ سلطان نے کہا: میں بھی تم میں سے ہوں۔ وہ لوگ بولے: ہم چور ہیں۔ سلطان نے کہا: میں بھی چور ہوں۔ وہ چور مطمئن ہو گئے اور پھر وہ اپنا اپنا ہنر بیان کرنے لگے۔ ایک چور بولا: میری خاصیت یہ ہے کہ میں کتے کے بھونکنے سے اس کی بات سمجھ جاتا ہوں۔ سب نے اس کی تعریف کی اور کہا یہ بڑا کمال ہے۔ دوسرے نے کہا: میری آنکھوں میں میری خوبی ہے اور میں جس کو ایک مرتبہ اندھیرے میں دیکھ لوں، اسے دن کی روشنی میں بھی پہچان لیتا ہوں۔ تیسرے نے کہا: میرے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ میں اونچی دیوار پر بھی بہ آسانی کمند پھینک لیتا ہوں۔ چوتھے نے کہا: میری سونگھنے کی حس تیز ہے اور میں سونگھ کر بتا سکتا ہوں کہ خزانہ کہاں دفن ہے؟ پانچویں چور نے کہا: میرے پنجے میں اتنی طاقت ہے کہ میں سخت سے سخت دیوار میں نقب لگا کر چھید کر سکتا ہوں۔ جب تمام چور اپنا اپنا ہنر بیان کر چکے تو انھوں نے سلطان محمود غزنوی سے اس کا ہنر دریافت کیا۔ سلطان نے کہا: تم میرے متعلق کیا پوچھتے ہو؟ اللہ ربّ العزت کی مہربانی ہے۔ اس نے میری داڑھی میں ایسا وصف عطا فرمایا ہے کہ وہ مجرموں کو قید سے رہا کرا دیتی ہے اور جن لوگوں کو قتل کا حکم ہو چکا ہو، میں داڑھی ہلا کر انھیں رہا کروا دیتا ہوں۔ ان چوروں نے کہا: تیرا ہنر بڑا ہے اور تو ہمارا سردار ہے۔ اب ہمیں چوری کرتے ہوئے کسی قسم کا خوف محسوس نہ ہوگا۔

پھر انھوں نے ان صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے مل کر رات کو شاہی خزانہ چوری کر کے کہیں دفن کیا اور صبح کو پکڑے گئے۔ اندھیرے میں دیکھنے والے ماہر چور نے سلطان کو پہچان لیا تو کہا: ہمارا چھٹا ساتھی یہی ہے۔ اب یہ اپنا کمال دکھلائے، سلطان نے ان کے حال پر ترس کھاتے ہوئے داڑھی ہلائی اور جلاد کو رہائی کا اشارہ دیا۔ (حکایاتِ رومی، ص256) اس حکایت سے درجِ ذیل باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں کہ:

1۔ عادل سلاطین رات کو بھیس بدل کر گشت کرتے ہیں، تاکہ عوام کی حالت جان سکیں، امن و امان اور عدل قائم کر سکیں۔

2۔ مراحمِ خسروانہ کے ذریعے رعایا میں غلط کار لوگوں کی غلطیوں کی اصلاح کرتے اور حکیمانہ انداز سے فہمائش کرتے ہیں۔

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

بجٹ: بازیچۂ اَطفال

آئندہ مالی سال کے بجٹ پیش ہونے تک پاکستان کو جن مالی چیلنجز کا سامنا تھا، اُن میں قابلِ ذکر تجارتی خسارہ، ادائیگیوں میں عدمِ توازن، تاریخ کی بلند ترین سطح کو چھوتے ہوئے قرضے، پیداوار میں سست روی، گرتے ہوئے زرِ مبادلہ کے ذخائر، روپے کی قدر میں گراوٹ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ یہ ایسے غیر معمولی حالات ہیں کہ ان میں سے نکلنے کے لیے سنجیدگی سے بھی زیادہ یکسوئی اور احتیاط کی ضرورت تھی۔ اور اگر انتخابی سال کے تقاضے سے بجٹ میں کچھ ووٹر کی جھولی میں بھی ڈالنا تھا تو ضروری تھا کہ کم از کم زمینی حقائق سے سب کو آگاہی دے دی جاتی۔ صرف کاغذوں کا پیٹ بھرنے کے لیے اور اپنی طرف کی کہانی سنانے کے لیے نہ صرف بجٹ دستاویز میں، بلکہ معاشی سروے کی دستاویز میں بھی جھوٹ بولا گیا۔ چناں چہ سرکاری کمپنیاں' جن میں پی آئی اے، پاکستان سٹیل، پاکستان ریلوے اور دیگر شامل ہیں، کے لیے ایک پھوٹی کوڑی مختص نہیں کی گئی۔ اسی طرح بجلی کی پیداوار پر قائم گردشی قرضوں کو کیسے ادا کرنا ہے؟ نہیں بتایا۔ اور خاص طور پر صنعتی شعبے کو برآمدات پر ٹیکسز کی چھوٹ کے تعین پر ادائیگی Tax Refunds پر جس کا وعدہ نئے وزیر خزانہ گزشتہ چار ماہ سے کرتے چلے آ رہے تھے، کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگلے سال ان مدات میں ادائیگیوں کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اور نتیجتاً یہ کہنا نامناسب نہیں ہوگا کہ اگلے سال مثالی لوڈ شیڈنگ کے لیے قوم تیار رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پی آئی اے، سٹیل ملز، ریلوے اور دیگر سرکاری کمپنیوں کے ملازمین تنخواہوں کے حصول کے لیے سڑکوں پر آنے کی تیاری ابھی سے شروع کر دیں۔ اور یونہی تاجر اور صنعت کار Tax Refunds کی عدم ادائیگی کی وجہ سے اپنے کاروبار بند کر دیں اور ہزاروں بے روزگاروں میں اضافہ کرنے میں معاونت کریں۔ دوسری جانب بتایا گیا ہے کہ تنخواہ دار طبقے پر ٹیکسز کم کر دیے گئے ہیں اور قریباً 80 ارب روپے کی چھوٹ دی جا رہی ہے، تاکہ وہ اس اضافی پیسے کو خرچ کریں اور معیشت میں روزگار کے مواقع پیدا ہوں، لیکن حیرت ہے ان مواقع کا راستہ بند کرنے کے لیے پیٹرولیم ڈیویلپمنٹ لیوی (Petroleum Development Levy) نامی ٹیکس کو بڑھا کر 30 روپے فی لیٹر کر دیا گیا ہے اور اس سے سالانہ قریباً 130 ارب روپے اکٹھے کیے جائیں گے اور تنخواہ دار طبقے سے وہ سب واپس لے لیا جائے گا، جو خوش خبری کی صورت میں دیا گیا تھا۔

الغرض! بجٹ دستاویز پڑھ کر کہیں سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ وطنِ عزیز اتنی مشکلات سے گزر رہا ہے کہ جہاں مستقبل قریب میں دہشت گردی کے حوالے سے معاشی پابندیاں اور قرض ادا کرنے کے لیے مزید قرض لینے کے چیلنجز درپیش ہیں۔ اور وزارتِ خزانہ کی غیر سنجیدگی دیکھیں کہ صرف بجٹ کا خسارہ چھپانے کے لیے کئی اہم ادائیگیوں کو حذف کر دیا گیا۔ اور روپے کی قدر کو گرا کر وزیرِ خزانہ یہ کہتے ہیں کہ اب تجارتی خسارہ کنٹرول میں آ گیا ہے اور مزید قرض لینے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔ حال آں کہ بجٹ میں 10 کھرب قرضوں کی مد میں وصولنے کا منصوبہ بھی موجود ہے۔ تو معلوم نہیں ملک کیسے چلے گا؟ اور گزشتہ سال جو ٹیکس کے ادارے 41 کھرب اکٹھے نہیں کر سکے، وہ آمدہ سال 51 کھرب کی وصولی کیسے کریں گے؟

www.rahimia.org

رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

مراکز کا قیام اور اُن کے مقاصد

11؍ مئی 2018ء بروز جمعۃ المبارک کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے ''السعید بلاک'' کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ اس موقع پر ''السعید بلاک'' میں پہلی نمازِ جمعہ حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ کی امامت میں ادا کی گئی۔ اس سے قبل انھوں نے جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ کے دین کے غلبے کے لیے صحیح نیت اور خلوصِ عمل کے ساتھ مراکز قائم کرنے والوں کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی بشارت دی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے فروغ کے لیے مراکز کا قیام انبیا علیہم السلام کی سنت ہے۔ امامِ انسانیت حضرت ابراہیمؑ انسانوں کو اللہ کے ساتھ جوڑنے اور انسانوں کو انسان بنانے کے قواعد وضوابط بنانے والے ہیں۔ انھوں نے دین اسلام کی دعوت کا جو بنیادی طریقۂ کار، قاعدہ اور ضابطہ متعین کیا، وہ مراکز کا قیام ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے پوری جدوجہد اور محنت کے ساتھ بیت اللہ الحرام اور بیت المقدس تعمیر کیا۔ بیت اللہ الحرام کا مرکز تعمیر کرنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی: ''اے ہمارے ربّ! ہم سے قبول کر۔ بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنا فرماں بردار بنا دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرماں بردار بنا۔ اور ہمیں ہمارے کام کرنے کے طریقے بتا دے اور ہماری توبہ قبول فرما لے۔ بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اے ہمارے ربّ! اور ان میں ایک رسول انھیں میں سے بھیج، جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب اور دانائی سکھائے اور انھیں پاک کرے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔'' (2:29-127)

حضرت ابراہیمؑ کی مانگی گئی دعا سے اُن کے قائم کردہ مراکز کے بنیادی مقاصد واضح ہوتے ہیں۔ جن میں انسانی اصولوں کو غالب کرنا، انسانیت کی ترقی کے لیے کردار ادا کرنا، جماعت بنانا، اپنی آنے والی نسل اور ذریت کو اس طریقۂ کار کی تعلیم وتربیت دینا اور تزکیہ کرنا ہے۔ نیز انسانیت کو دعوت دینا ہے کہ دینِ حق کی طرف آئیں۔ اصل انسانیت کی طرف آئیں۔ شیطنت اور حیوانیت سے نکلیں اور انسانیت کو بحال کریں۔ حضرت ابراہیمؑ کی اسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے بعد میں آنے والے انبیاؑ نے بھی حضرت ابراہیمؑ کے قائم کردہ مراکز بیت اللہ الحرام اور بیت المقدس کی طرف دعوت دی۔ پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر بیت اللہ الحرام کے مرکز کو ظالموں سے نجات دلا کر آزادی دلائی اور اس آزادی کے لیے ''مسجدِ نبویؐ'' کو مرکز بنایا۔ مسجدِ نبویؐ ایسا مرکز ہے کہ جس کی اساس تقویٰ پر ہے۔ جو اللہ سے تعلق کی بنیاد پر دین کے غلبے اور عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کے لیے بنایا گیا۔ یہ مسجدِ نبویؐ کا کردار ہی تھا کہ اس کی تیار کردہ جماعت نے مسجد الحرام پر غاصبانہ قبضے کے خلاف انقلاب برپا کیا۔ وہاں کی ظالمانہ قوتوں کو ختم کر کے تقویٰ کی اساس پر عدل وانصاف کا نظام قائم کیا۔''

سچے اور جھوٹے مراکز کی پہچان

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کی گئی مساجد و مراکز کا مقصد اور ہدف اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑتے ہوئے اللہ کی مخلوق اور کنبے کے لیے آسانیاں پیدا کرنا، انھیں اعلیٰ اَخلاق سکھانا اور بین الاقوامی سطح پر عدل وانصاف کا نظام قائم کرنا ہے۔

قرآن حکیم نے تین طرح کے مراکز اور مسجدوں کا تذکرہ کیا۔ ایک حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کردہ مسجد 'بیت اللہ الحرام' جس پر بعد میں ظالموں نے قبضہ کیا اور آپؐ نے اسے آزاد کروایا۔ یہ امن کا مرکز ہے۔ دوسرا مرکز مسجدِ نبویؐ اور مسجدِ قبا ہے۔ اس کے متعلق قرآن حکیم نے فرمایا کہ یہ وہ مسجد ہے کہ جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اسے مسجدِ حرام کی آزادی کے لیے مورچہ قرار دیا گیا۔ یہ مسجد انقلاب اور غلبے کا مرکز ہے۔ مغلوبیت اور مرعوبیت سے نجات پانے کا مرکز ہے۔ اس مرکز کو چلانے والے پاکیزہ اَخلاق، پاکیزہ ذہن وفکر اور نظریے کے صحابہ کرامؓ کی ایک منظّم اور بہادر اجتماعیت ہے۔

اسی طرح قرآن حکیم نے ایک تیسرے مرکز کا ذکر ''مسجدِ ضرار'' کے عنوان سے کیا ہے، جو انسانیت کو نقصان پہنچانے کا ذریعہ، کفر پھیلانے اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ واریت کا مرکز اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کا مورچہ ہے۔ اس مرکز کو بنانے والے بھی بہ ظاہر مسلمان ہیں۔ یہ سب لوگ ظاہری طور پر مسلمانوں کا سا لباس پہنتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، داڑھیاں رکھتے ہیں۔ حضورؐ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم آپؐ پر ایمان لائے۔ وہاں سے نکلتے ہیں تو کافروں سے جا کر کہتے ہیں کہ ہم تو مذاق کرتے تھے۔ اصل میں تو ہم نے کفر کے لیے یہ مرکز بنایا۔

قرآن حکیم نے ان تین مراکز کا ذکر کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ سچا مرکز وہ ہے جو صحیح نظریے، صحیح ایمان اور اس پر عمل صالح کی بنیاد پر ہو۔ انبیاؑ کے مشن کے مطابق تعلیم کتابِ مقدس، تزکیۂ نفوس اور حکمت وسیاست کا مرکز ہو۔ اس کے ذریعے سچے نظریے کے حاملین اور اس پر عمل کرنے والی جماعت تیار ہو۔ یہ پانچ خصوصیات سچے مرکز کی بیان کیں۔ پانچ ہی بداَخلاقیاں اور خرابیاں مسجدِ ضرار جیسے جھوٹے مرکز اور جھوٹی مسجد کی بیان کیں، جو سچے مرکز کے بالکل برعکس ہیں۔ آج کے دور میں بھی دین کے نام پر جو مرکز یا مسجد بنائی جا رہی ہے، وہ ان تین کے دائرے سے باہر نہیں ہوسکتی۔ یا تقویٰ کی بنیاد پر ہوگی۔ یا مسجدِ ضرار ہوگی۔ یا ایسا مرکز ہوگا کہ بنایا تو انبیاؑ اور اولیاؒ نے تھا، لیکن اس پر جاہلوں، ظالموں اور بداَخلاقوں کا قبضہ ہوگیا۔ قرآن نے ان مراکز کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ اگلے آنے والے دورانیے میں بننے والے تمام مراکز و مساجد کا تجزیہ کرنا آسان ہوگیا۔ اس تناظر میں آج ہمیں سچے مرکز کی پہچان کرنے، بیت اللہ الحرام اور مسجدِ نبویؐ کے نمائندہ مراکز بنانے اور مسجدِ ضرار کے نمائندہ مساجد و مراکز سے بچنے کی ضرورت ہے۔

الحمد اللہ! ہمارے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے یہ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ایک سچے مرکز کے طور پر بنایا ہے، جس کی اساس تقویٰ پر ہے۔ آج ''السعید بلاک'' بھی اسی نیت سے بنایا گیا کہ اس میں اللہ کی رضا والے امور سرانجام پائیں۔''

www.rahimia.org

دینی مراکز کی تعمیر اور سرپرستی میں خانقاہِ رائے پور کا کردار

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

''آج سے تقریباً سو سال پہلے 1916ء میں خانقاہِ رائے پور میں جب مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی تو سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے بانی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے اس کا افتتاح فرمایا تھا۔ یہ ادارہ بھی حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ ہی کی نسبت سے قائم کیا گیا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد وطنِ عزیز میں بھی ایسے ہی ایک تربیتی مرکز کی ضرورت تھی۔ مشائخ رائے پور نے اس ضرورت کو پورا کیا۔

پاکستان میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے 1950ء میں تعلیم، تزکیہ، اعلیٰ مقاصد واہداف کے حصول اور انسانیت کو زندہ کرنے کے لیے، فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر، دشمن کو سمجھ کر، دشمن کی آلہ کاری سے ہٹ کر، اس کے مقابلے اور مزاحمت کے لیے جدوجہد اور کوشش کا آغاز فرمایا۔ یوں پورے پاکستان میں اس غرض سے مراکز و مدارس بنائے اور دینی حوالے سے تربیت یافتہ جماعت بنانے پر توجہ رکھی۔

پاکستان میں ایک ایسا دور بھی آیا کہ جب سعودی ریالوں کے بل بوتے پر فرقہ واریت کے مراکز مسجدوں اور مدرسوں کی صورت میں بننے لگے۔ ایسے نام نہاد دینی مراکز کی اصل حقیقت کا اعتراف سعودی ولی عہد محمد بن سلمان واشنگٹن پوسٹ کو دیے گئے اپنے ایک انٹرویو میں کرتا ہے کہ: ''ہم نے امریکا کے کہنے اسلامی ممالک میں مدارس اور مساجد قائم کیں، تاکہ اپنے دشمن روس کو شکست دینے کے لیے ان مسجدوں اور مدرسوں کو استعمال کیا جائے۔'' حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے اُسی وقت کہا کہ یہ مسجدیں فرقہ واریت پھیلانے اور امریکی جہاد کے لیے استعمال ہونے کے سبب سے مسجدِ ضرار کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ اس زمانے میں سعودی ریالوں میں کھیلنے والا مذہبی طبقہ بڑا تلملا اٹھا کہ ہماری ان مسجدوں کو ایسا کہا جا رہا ہے۔ اور آج گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتے ہوئے سعودی ولی عہد نے ساری حقیقت کھول کر رکھ دی۔ حضرت رائے پوریؒ دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ: ''آج کل مسجدوں پر ابوجہلوں کا قبضہ ہے۔'' یعنی مساجد بنائی تو اولیاء اللہ، علمائے ربانیین نے ہیں، لیکن اُن پر قبضہ ابوجہلوں، جاہلوں، (شہروں میں) انجمن تاجران کے صدر یا (دیہات میں) جاگیرداروں کا ہے کہ جن کی اجازت کے بغیر دین کی سچی کوئی بات نہیں کہی جا سکتی۔

ایسے ماحول میں حضرت اقدس رائے پوریؒ نے ایک سچے مرکز کے قیام کی بنیاد رکھی کہ جو ایسی تمام قیدوں اور قبضوں سے آزاد ہے۔ سرمایہ پرستی کے ماحول اور نظامِ بداَخلاقی کے خلاف مزاحمتی شعور پیدا کرتا ہے۔ یاد رکھیں! اگر مساجد و مراکز پر ابوجہلوں کا قبضہ ہو جائے اور مسجدیں فرقہ واریت کا گڑھ بن جائیں تو ایسے ماحول میں سچے دینی مراکز کا بنانا بڑا ضروری ہو جاتا ہے۔ جب دشمن نے دشمنی کے مورچے اتنے بڑے بنا لیے تو ضروری ہے کہ اُن کے مقابلے پر ابراہیمیؑ و محمدیؐ سنت، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے سچائی کے مراکز قائم کیے جائیں۔ اور ان مراکز کے لیے شرط لگا دی جائے کہ اس کے لیے کسی مفاد پرست سرمایہ دار کا چندہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ صرف اُن لوگوں کا مال ایسے مراکز میں لگے گا جو صحیح دینی نظریہ رکھنے والے اور اس نظریے پر نظم و ضبط کے ساتھ کام کرنے والے ہوں۔''

ادارہ رحیمیہ؛ طے شدہ دینی اساسی اصولوں پر قائم ہوا ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ انھیں اصولوں پر بنا ہے جن پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تھی۔ اس میں ہر ایسے دوست کا خالص مال لگا ہے، جو دینی نظریے، جماعت اور خانقاہ سے وابستہ ہے اور مخلص ہے۔ اس میں کسی مفاد پرست سرمایہ دار کا سرمایہ استعمال نہیں ہوا۔ جب کسی سرمایہ پرست کا چندہ وصول کیا جاتا ہے تو پھر اس کی بات بھی ماننی پڑتی ہے۔ الحمدللہ! یہ ادارہ ایسے مال سے پاک ہے۔ یہ ادارہ ایک سچی اور تربیت یافتہ جماعت نے اپنے وسائل سے دینی فکر و شعور کے فروغ کا مرکز بنایا ہے۔ اس کی اساسیات وہی ہیں، جو قرآن حکیم نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور نبی اکرمؐ کے بعثت کے مقاصد کے طور پر اس آیتِ کریمہ میں بیان کیں: ''وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں کا، پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقل مندی۔'' (2:62)

حضور اقدسؐ کا فرمانِ ذیشان ہے کہ: ''فرض نماز کے بعد دعا کی سب سے زیادہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔'' ہم سب یہاں ادارہ رحیمیہ کے ''السعید بلاک'' کے افتتاح کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ ہم نے اس موقع پر کوئی تصویری سیشن نہیں کرنا۔ یہاں کوئی رسمی فیتہ کاٹنے یا تختی کی نقاب کشائی کی تقریب نہیں ہوگی۔ ہم اس بلاک کا افتتاح نمازِ جمعہ پڑھنے اور اس کے بعد دعا سے کریں گے۔ ایسی ہی دعا جو حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ الحرام تعمیر کرتے وقت کی تھی۔ ہم دعا مانگتے ہیں: اے اللہ! اس پُرفتن اور نقصان دہ مراکز کے نظام میں، جاہلوں کے قبضے میں آئے ہوئے سچے مراکز کے ماحول میں اپنی ٹوٹی پھوٹی جدوجہد اور کوشش سے ہم نے جو تیرا سچا مرکز قائم کیا ہے، اس کو قبول فرما۔ ہمیں انبیائے کرام، اولیاء اللہ، علمائے ربانیین کا راستہ سکھا۔ ہم نے تیرے دین کے اصولوں اور ضابطوں کے تحت اس مرکز کو قائم کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ ہمیں اس انقلابی دین کے غلبے کے مرکز، شعور اور تعلیم و تربیت کے مرکز کو اپنی رضا کے مطابق اور اپنے انبیاؑ، صحابہ کرامؓ، اولیاء اللہ، علمائے ربانیین اور مشائخ رائے پور کے طریقۂ کار کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم سے کہیں لغزش اور کوتاہی ہو، تو ہمیں معاف فرما دے۔ بے شک تو ہماری دعاؤں کو اچھی طرح سننے والا ہے۔

یااللہ! اس مرکز میں انبیا علیہم السلام کے طریقۂ کار کے مطابق تعلیم و تربیت کا نظم و نسق قائم رکھنے، دینی دعوت کے اسلوب کو فروغ دینے، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہاں لانے اور دینی عقل و شعور کے فروغ کے لیے کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اس مرکز کے ذریعے سے دین کے غلبے کا عملی نظام قائم کرنے، وطنِ عزیز سے ظلم اور سرمایہ داری کے سسٹم کو ختم کرنے، عدل و انصاف اور غلبہ دین کی اساس پر نظام قائم کرنے کی توفیق عطا فرما۔ سچی انقلابی جماعت، اُمّۃ مُسلِمۃً لکَ (ایسی مسلم جماعت جو صرف تیرے لیے ہو) کی اساس اور بنیاد پر سوسائٹی میں تبدیلی لانے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! جس جس دوست نے بھی اس ادارے کی تعمیر میں اپنا جانی، مالی یا کسی بھی حوالے سے کردار ادا کیا ہے، ان کے تعاون کرنے کو قبول فرما۔ آمین!''

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت شیخ خواجہ محمد شعیب تورڈھیرویؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے وطنِ عزیز کے عدمِ استحکام اور مرہٹوں کی جانب سے بڑھتے ہوئے انتشار کا تجزیہ کرنے کے بعد احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان میں آنے کی دعوت دی، تاکہ ان عناصر کا سدِ باب کیا جاسکے۔ احمد شاہ ابدالی کے ساتھ جو مجاہدین ہندوستان آئے، ان میں حضرت مولانا اخوند محمد رفیق قندھاریؒ اور ان کے بیٹے مولانا رفیع القدرؒ عرف ''حافظ گل بابا'' بھی شامل تھے۔ احمد شاہ ابدالی تو واپس افغانستان چلا گیا، لیکن حافظ گل بابا نے اپنے یوسف زئی قبیلے کے دوستوں کی خواہش پر موضع تورڈھیر تحصیل صوابی میں مستقل قیام فرمایا۔ حضرت خواجہ محمد شعیب تورڈھیرویؒ انھی کے فرزندِ جلیل ہیں۔

حضرت شیخ خواجہ محمد شعیب تورڈھیرویؒ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ مزید علم کے حصول کے لیے والدِ گرامیؒ نے اپنے شاگرد شیخ حافظ محمد قادریؒ کی خدمت میں عمرزئی ضلع چارسدہ کے لیے روانہ کیا۔ وہاں علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل فرمائی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور اِرشاد و تلقین میں مشغول ہوگئے۔ دور دراز کے علاقوں سے لوگ جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ تورڈھیرویؒ اپنی جامعیت کے ساتھ نہ صرف یہ کہ ذکر اذکار کی تلقین فرماتے، بلکہ قرآنی تعلیمات کے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی تاکید بھی ان کے پروگرام کا خاصہ تھی۔

حضرت خواجہ تورڈھیرویؒ جہاں روحانی نسبتوں کے وارث تھے، وہاں مجاہدانہ خصوصیات بھی ان میں بہ درجہ اتم موجود تھیں۔ ان پر اپنے خاندان کے مجاہدانہ جذبات کا رنگ بہت غالب تھا۔ آزاد علاقے میں انگریزوں کے اثر و نفوذ اور اس کے غاصبانہ قبضے کے خلاف سب سے پہلی آواز انھوں نے ہی بلند کی۔

جبر و استبداد کے خلاف انھوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ علمِ جہاد بلند فرمایا۔ افراد سازی کا کام مؤثر انداز میں سرانجام دیا۔ اس مقصد کے لیے ایک مرکز قائم فرمایا اور جماعت سازی کے لیے افراد کا تعین کر کے ان کی تربیت کا بندوبست فرمایا۔ سکھوں کے خلاف جنگ کے لیے دیگر قبائل کو بھی آمادہ کیا۔ حضرت خواجہ تورڈھیرویؒ کی انھی کاوشوں کی بدولت یوسف زئی، آفریدی اور خٹک قبائل کے علاوہ پیرزادوں، مشائخِ عظام اور علما و فضلا نے 1823ء میں ہونے والی جنگ میں شرکت کی۔

شیخ محمد شعیبؒ کا دور سیاسی اعتبار سے افراتفری اور ابتری کا دور تھا۔ بداَمنی کے ان حالات میں جہاں قوم کے دردِ دل رکھنے والے دیگر اکابرین فکرمند تھے، وہیں آپؒ بھی ان حالات سے قوم کو نجات دلانے کی تدابیر سوچتے رہتے تھے۔ حریت و آزادی کی اسی سوچ کو عوام الناس کے دلوں میں جگانے کے لیے انھوں نے تورڈھیر سے ہجرت فرما کر خواہ خیل کے پہاڑی علاقے موضع چینگلئی میں قیام فرمایا اور درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کے ذریعے اپنے متعلقین کی آزادی و حریت کے افکار پر جماعت سازی فرمائی۔ بدیسی حکمرانوں کے خلاف جنگ کی تیاری کے لیے مضافات میں واقع علاقوں کے دورہ جات بھی کیے۔ اسی دوران سکھوں کے خلاف متعدد بار چند کارروائیاں بھی کیں، تاکہ آزاد علاقوں تک اس کی رسائی میں مزاحمت جاری رہے۔ ایک معرکے کے دوران ان کے ایک فرزند مولانا سعدالدینؒ 1815ء میں جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔

حضرت خواجہ تورڈھیرویؒ اپنی تنظیمی سرگرمیوں کے دوران سکھوں کی جانب سے کی جانے والی کارروائیوں کا گہری نظر سے مطالعہ فرماتے رہے۔ ان کے خلفا و مریدین کے تبلیغی دوروں سے سوات، بُنیر، آفریدی اور یوسف زئی پختون قبائل میں جوشِ جہاد کا بھرپور ولولہ بیدار ہوا۔ حضرت خواجہؒ اور ان کی جماعت کی محنت کے نتیجے میں لوگ جوق در جوق اس جماعت کی صفوں میں شامل ہونا شروع ہوگئے۔ بارک زئی قبیلے کے ایک جرأت مند فرد عظیم خان نے بھی ان کا خوب ساتھ نبھایا۔ شیخ محمد شعیبؒ کے ساتھ شامل ہونے والی جماعت کے افراد فولادی قوت کے مالک تھے، جنھوں نے ان کی قیادت پر بھروسا کرتے ہوئے باقاعدہ جنگ کا اعلان کیا۔

حضرت خواجہ تورڈھیرویؒ نے انگریزوں کے بڑھتے ہوئے مظالم سے تنگ آ کر نوشہرہ کے قریب میدانِ جنگ میں انگریز اور سکھ فوج کا مقابلہ بڑی پامردی سے کیا۔ اس جنگ میں مولانا موصوفؒ کے ہمراہ تقریباً 20,000 مجاہدین برسرِ پیکار تھے۔ اس وقت سکھ فوج کی قیادت جنرل لارڈ وینٹورا اور پنجاب کا سردار راجہ رنجیت سنگھ کر رہے تھے۔ دشمن کو بہت زیادہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس جنگ میں سکھوں کا بہت نقصان ہوا۔ ایک ہندو مصنف گلشن لال چوپڑہ کے بہ قول: ''افغانوں نے کمال بہادری سے لڑتے ہوئے سکھوں کے چھکے چھڑا دیے، یہاں تک کہ سکھوں کے پاؤں اُکھڑنے لگے۔ شیخ محمد شعیبؒ بہ ذاتِ خود اس جنگ میں شریک تھے۔ مشہور سکھ جنگ جُو پھولا سنگھ سے مولاناؒ کی دست بہ دست لڑائی ہوئی، جس میں پھولا سنگھ واصل جہنم ہوا۔''

اسی جنگ کے دوران مولاناؒ شدید زخمی بھی ہوگئے تھے۔ زخموں نے شدت اختیار کرنا شروع کی اور تین دن بعد ۱۶/ رجب المرجب ۱۲۳۸ھ/ 14/ مارچ 1823ء کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کی تاریخِ وصال ''چشمہ فیض'' سے برآمد ہوتی ہے۔ شہادت سے قبل حضرت اخوند عبدالغفور سواتیؒ کو خواجہ محمد شعیب تورڈھیرویؒ نے اپنے پاس بلایا اور اگلے دور کے لیے اپنا جانشین نامزد کیا۔ اس ذمہ داری کو حضرت اخوندؒ نے اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک خوب نبھایا۔ شیخ محمد شعیب تورڈھیرویؒ کے سلسلے میں جہاں ایک طرف حضرت اخوند سواتیؒ اور ان کے خلیفہ میاں عبدالرحیم سرساوی سہارن پوریؒ کے خلیفہ شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ ہیں تو دوسری جانب حضرت اخوند سواتیؒ ہی کے خلیفہ مولانا نجم الدین ہڈے ملاؒ اور اُن کے خلیفہ حاجی فضل واحد ترنگ زئیؒ ہیں، جنھوں نے وطنِ عزیز کی آزادی کی تحریکات میں بھرپور کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

رفتارِ کار   رپورٹ: انیس احمد سجاد، لاہور

''السعید بلاک'' ادارہ رحیمیہ کی افتتاحی تقریب

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور نے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی سرپرستی اور رہنمائی میں قرآنی علوم اور علمائے حق کی خدمات کے تعارف، فروغ اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے اپنے جس سفر کا آغاز 2001ء میں کیا تھا، الحمدللہ! دن بہ دن ترقی کے مراحل طے کر رہا ہے۔ ادارہ کی موجودہ عمارت کی گنجائش نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کی سرگرمیوں کے سبب کم محسوس ہونے لگی تو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی حیات میں ہی اُن کے ارشاد پر ادارہ سے متصل جگہ خرید لی گئی۔ جس کی تعمیرات کا آغاز یکم رجنوری 2017ء کو ہوا تھا۔ ملک بھر میں ادارہ، خانقاہ اور تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی پاکستان سے وابستہ ہزاروں افراد کو بڑی بے چینی کے ساتھ نئی عمارت کے افتتاح کا انتظار تھا۔

الحمدللہ! ۲۴ رشعبان المعظم ۱۴۳۹ھ/ 11 رمئی 2018ء کو وہ گھڑی آن پہنچی، جس کا بڑی بے چینی کے ساتھ انتظار تھا۔ جمعۃ المبارک کے بابرکت دن کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کی نئی تعمیرات جس کو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے نامِ نامی سے منسوب کرتے ہوئے ''السعید بلاک'' کا نام دیا گیا، کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ جس کی نظامت کے فرائض حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن نے سرانجام دیے، جب کہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر، حضرت مولانا ڈاکٹر ناصر عبدالعزیز کے علاوہ صدر ادارہ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، سرپرست ادارہ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر سعید الرحمٰن نے خطاب فرمایا۔

ان کے بعد جمعہ کی نماز سے قبل افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ العالی مسند نشین خامس خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے دین کے فروغ کے لیے مراکز کا قیام انبیا علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے دین کا مرکز قائم کیا۔ اللہ کا گھر تعمیر کیا۔ مراکز اور مساجد کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑتے ہوئے انسانی مخلوق کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کرنا ہے۔ صحیح مرکز وہی ہے جو درست نظریے اور عمل صالح پر ہو اور اس کی تعلیم شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر ہو۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے دجل کے اس ماحول میں ادارہ رحیمیہ کا سچا مرکز قائم کیا۔ اس ادارے کی توسیع میں کسی سرمایہ دار اور مال دار سے مدد نہیں لی گئی، بلکہ حضرتؒ سے وابستہ نوجوانوں کے تعاون سے تمام تعمیرات مکمل کی گئیں۔ مسلمانوں کی اجتماعیت کو نقصان پہنچانے کے لیے فرقہ واریت کی بنیاد پر سامراج نے یہاں مراکز تعمیر کروائے، جن کے اثرات آج ہم دیکھ سکتے ہیں۔ الحمدللہ! یہ ادارہ اس سے پاک ہے۔''

اس مبارک تقریب میں حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کے تمام خلفا، تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی پاکستان کی تمام قیادت سمیت ملک بھر سے سینکڑوں افراد شریک ہوئے۔

سیمینار بہ یاد
حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ

برصغیر میں بدیشی ظالمانہ نظام کے خلاف قربانیوں سے بھرپور طویل جدوجہد کے نتیجے میں جب وطنِ عزیز آزاد ہوا تو یہاں کے باسیوں کے دلوں میں دین حق کی امن پرور، عادلانہ اور انسانیت دوست تعلیمات پر مبنی فلاحی معاشرے کے قیام کی امید روشن تھی، مگر جب بہ وجوہ اس کے عملی آثار نظر نہ آئے تو پاکستان میں علماءِ حق کی عظیم جدوجہد کے تسلسل میں قطبِ وقت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی ایما پر حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ (م 2012ء) نے بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں نوجوانوں میں دینی شعور و آگہی پر مبنی فکری اور تربیتی مشن کا آغاز کیا۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں باصلاحیت نوجوان دہشت گردانہ، فرقہ وارانہ تحریکات کا ایندھن بننے سے محفوظ رہے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے مؤرخہ 13 رمئی 2018ء کو ''السعید بلاک'' ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی نظامت کے فرائض مولانا محمد عباس شاد نے سرانجام دیے، جب کہ جناب ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی نے ''ولی اللّٰہی تحریک کا تاریخی تسلسل (امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ تا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ)'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ جب کہ ''برصغیر کی تاریخ میں خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا کردار'' پر جناب مفتی محمد مختار حسن نے روشنی ڈالی۔ تقریب سے ''حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی خدمات'' کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن نے فرمایا کہ: ''حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے نوجوان کو آلہ کار بننے سے بچایا۔ اُن کی استعداد اور صلاحیت کو تعمیری مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی دعوت دی۔ تمام سیاسی جماعتوں کا وطیرہ نوجوانوں کا خون کرکے، اُن کا مستقبل برباد کرکے فرقہ وارانہ ماحول میں اپنی انتخابی ضرورتوں میں استعمال کرنا رہا ہے۔ حضرتؒ نے ایسے ماحول میں نوجوان کو دعوت دی کہ وہ اس انتخابی اور آلہ کار سیاست سے اپنے آپ کو دور رکھے۔ آج حضرتؒ سے وابستہ نوجوان کا سر فخر سے بلند ہے۔ جب کہ دوسری طرف لوگ اپنے کردار سے شرم سار ہیں۔ حضرتؒ کا فکر اصل میں ایک تجدیدی فکر ہے۔''

تقریب سے حضرت مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ العالی نے ''عصرِ حاضر میں ولی اللّٰہی فکر اور حضرت رائے پوری رابعؒ کی جدوجہد کی اہمیت'' پر خطاب فرمایا کہ: ''آج ہم اُس عظیم شخصیت کی یاد میں جمع ہوئے ہیں، جنھوں نے ملکِ عظیم کے نوجوانوں کو یہاں کے ظلم پر قائم نظام سے نکال کر عدل پر مبنی نظامِ فکر کی طرف رہنمائی فرمائی۔ وہ شخصیت ہمارے دلوں میں بستی ہے۔ ہمارے ذہنوں میں اُن کے نقوش زندہ ہیں۔ ہمارے دلوں میں اُن کی کہی گئی باتیں آباد ہیں۔ بہت ہی پُرفتن دور میں حضرت رائے پوری رابعؒ نے ولی اللّٰہی فکر کو ہمارے ذہنوں میں منتقل فرمایا۔'' تقریب کے اختتام پر صدر ادارہ جناب مفتی عبدالمتین نعمانی نے تمام مقررین اور شرکا کا شکریہ ادا فرمایا۔ تقریب میں لاہور سمیت ملک بھر سے سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔

www.rahimia.org

بقیہ؛ افکارِ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ حتیٰ کہ اگر اُن کے جسم کو روندا جائے یا کاٹا جائے تو انھیں یقین ہوتا ہے کہ یہ کام انھیں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اُن کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے دل کی گہرائی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی روحیں ہی اُن کا عین جسم ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی روح ایک ایسا عارضی وصف ہے جو بدن پر طاری ہے۔ اگرچہ اُن کی زبانیں لوگوں کی تقلید میں یا کسی رَسم کی وجہ سے اس کے خلاف بیان کرتی ہیں۔

ایسے لوگ جب مرتے ہیں تو ان پر ملکیت کی بہت دھیمی روشنی پڑتی ہے۔ ایسی نورانیت اُن پر بہت چھوٹے سے خیال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ دنیا میں عبادتوں کی ریاضت کرنے والے لوگوں کو ہوتا ہے۔ اُن کے سامنے معاملات کبھی تو خیالی صورت میں آتے ہیں اور کبھی خارجی مثالی صورت میں۔ جیسا کہ ریاضت کرنے والوں کو بھی اسی طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں۔ اگر انھوں نے ملکیت پر مبنی اچھے اعمال کیے ہوتے ہیں تو اُن کے اندر خوب صورت چہروں والے فرشتوں سے مناسبت کا علم ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے فرشتے جن کے ہاتھوں میں ریشم کے لباس ہیں اور وہ فرشتے اُن سے بہت عمدہ اور لطیف انداز میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اُن کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے، جہاں سے خوشبوؤں کی لپٹیں اُن کے پاس آتی ہیں۔

اور اگر انھوں نے (دنیا میں) ایسے اعمال کیے ہوں جو ملکیت کے بالکل مخالف ہوں اور اُن اعمال کی وجہ سے ان پر لعنت پڑی ہو تو اُن کے سامنے اُن کی بداعمالیوں پر مبنی علم کی شکل وصورت کالے چہرے والے فرشتوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایسے فرشتے اُن سے سختی کے ساتھ گفتگو کرتے اور تُرش روئی کی شکل وصورت میں ملتے ہیں۔ ایسے ہی جیسا کہ غضب کی حالت، درندوں کی صورت میں سامنے آتی ہے اور بزدلی کی حالت خرگوش کی شکل میں سامنے آتی ہے۔

عالمِ برزخ میں ایسے فرشتے ہوتے ہیں، جن میں یہ استعداد پائی جاتی ہے کہ انھیں عالمِ برزخ کے اس طرح کے تمام مقامات کی ذمہ داری سپرد کر دی جاتی ہے۔ چناں چہ انھیں کسی انسان کو عذاب دینے یا کسی کو انعام دینے کا حکم دیا جاتا ہے۔ چناں چہ اس انعام یا عذاب کی حالت میں مبتلا آدمی اُن فرشتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اگرچہ دنیا والے اُس کو ظاہری طور پر نہیں دیکھ پاتے۔

(ایک اہم بنیادی حقیقت) یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ عالمِ قبر اس دُنیوی عالم کے بقایا جات میں سے ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں علوم پردے کے پیچھے سے ظاہر ہوتے ہیں اور وہاں ہر فرد کے انفرادی طور پر کیے گئے مخصوص اعمال سے متعلق احکامات ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں حشر کے میدان میں ہونے والے واقعات ایسے ہیں کہ وہاں پر جاری ہونے والے احکامات افراد کے انفرادی اور مخصوص اعمال سے متعلق نہیں ہوں گے، بلکہ کل انسانیت کے حوالے سے کیے گئے اجتماعی اعمال سے متعلق احکام جاری ہوں گے۔ واللہ اعلم!

(باب اختلاف احوال النّاس فی البرزخ)

اعتکاف کے مسائل

☆ رمضان کے آخری دس دنوں میں ایسی مسجد میں جہاں پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہو، اعتکاف بیٹھنا سنت ہے۔

☆ رمضان کی بیسویں تاریخ کے شام سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف شروع ہوتا ہے۔ اور عید الفطر کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی حالت میں رہنا ضروری ہے۔

☆ پیشاب، پاخانہ اور فرض غسل کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔

☆ اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا ہے جہاں نمازِ جمعۃ المبارک نہیں ہوتی، تو جمعۃ المبارک کی نماز کے لیے جامع مسجد میں جانا جائز ہے، اور اندازاً اتنی دیر پہلے مسجد سے نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر خطبہ سے پہلے تحیۃ المسجد اور چار سنتیں پڑھ سکے۔ اور نماز کے بعد سنت پڑھنے کے لیے ٹھہرنا بھی جائز ہے۔

☆ اذان کہنے کے لیے مسجد سے باہر اذان کی جگہ پر جانا جائز ہے۔

☆ نمازِ جنازہ کے لیے جانا بشرطیکہ اعتکاف کی نیت کرتے وقت یہ نیت کرلی تھی کہ ''جنازہ کے لیے جاؤں گا''، تو جائز ہے، اور اگر نیت نہیں کی تو جائز نہیں۔

☆ بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر یا بھول کر مسجد سے باہر چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

☆ اسی طرح کسی عذر اور ضرورت کے سبب مسجد سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنے اور بیماری یا خوف کی وجہ سے مسجد سے باہر جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

بقیہ؛ شذرات اسی طرح اربابِ انصاف اور تبدیلی چاہنے والے بھی خودفریبی کا شکار ہیں۔ ان کی حقیقت جاننے کے لیے تھوڑا ماضی میں جائیے! مشرف آئے تو پُرانے کھلاڑی ان کے گرد جمع ہوگئے۔ وہ گئے تو یہ سارے ''مجھے کیوں نکالا'' سرکار سے وابستہ ہوگئے۔ اب ان کا چل چلاؤ کا زمانہ ہے تو یہی لوگ اپنے پُرانے ہتھیاروں کے ساتھ نیا پاکستان بنانے کے لیے اربابِ انصاف کے پیچھے نیت باندھے کھڑے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ حکمرانی اسی طبقے کی ہوگی، صرف ٹائٹل بدلے گا۔ کیا ٹیڑھی بنیاد کے ذمہ دار پُرانے مستری نیا پاکستان تعمیر کرسکیں گے۔

پورے سندھ کو غربت کی تصویر بنانے اور تھرپارکر میں ہزاروں بچوں کی اموات کی ذمہ دار پارٹی ان معصوم بچوں کی لاشوں پہ کھڑی بھٹو کے زندہ ہونے کی اذانیں دے رہی ہے۔ جسے ابھی بھٹو کے مرنے کا یقین نہیں، وہ قوم کے مسائل کا ادراک کیسے کرسکتی ہے۔

ان سب نام نہاد تحریکوں، اتحادوں اور جماعتوں میں قدرِ مشترک چیز لوگوں کے جذبات سے کھیلنا اور اپنے گھناؤنے مقاصد کے لیے اسلام، جمہوریت، تبدیلی اور محروموں کے حقوق کے نعروں کا استعمال ہے۔ یہی جھوٹ اور فریب کا تکرار ہے، جس کی وجہ سے ان تمام جماعتوں کے لیے قربانی دینے والے عوام کامیاب نہیں ہوتے اور یہ اُن کی قسمت سے کھیلنے والے ان کے خوابوں کو چرانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ (مدیر)

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

صدقۂ فطر اور عیدالفطر کے احکام و مسائل

صدقۂ فطر کے مسائل

1۔ صدقہ فطر ہر عاقل، بالغ، آزاد مالکِ نصاب شخص اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرے، بشرطیکہ اس کی نابالغ اولاد کی ملکیت میں ان کے نام الگ سے مال نہ ہو۔ اگر ان کی ملکیت میں الگ مال بقدرِ نصاب ہے تو ان کے مال میں سے صدقہ فطر ادا کیا جائے گا۔

2۔ صدقہ فطر کے نصاب کا مالک وہ شخص ہوگا، جس کے پاس ضرورت سے زائد تمام املاک و اشیا اس مقدار ہوں کہ ان کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونا کے مساوی ہو۔

3۔ احادیث میں درج ذیل اشیا میں سے کوئی ایک درج ذیل مقدار کے مطابق بطورِ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

(الف) صاعاً من شعیرٍ: یعنی جَو (تقریباً 3500 گرام)
(ب) صاعاً من تمرٍ: یعنی کھجور (تقریباً 3500 گرام)
(ج) صاعاً من اقطٍ: یعنی پَنیر (تقریباً 3500 گرام)
(د) صاعاً من زبیبٍ: یعنی کشمش (تقریباً 3500 گرام)
(ہ) نصف صاعٍ من بُرٍّ: یعنی گندم (تقریباً 1700 گرام)

موجودہ اوزان (ناپ تول) کے مطابق علمائے کرام نے نصف صاع کو تقریباً 1700 گرام کے برابر قرار دیا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین کلوگرام کے برابر ہے۔ اگر کوئی شخص جَـوُ یا گندم وغیرہ، غلے کی شکل میں نہ دے سکے تو اپنے علاقے کے نرخ کے مطابق اسی قدر درج بالا اشیا کی قیمت ادا کر دے۔

4۔ جو شخص نصاب کا مالک ہے، اس پر صدقہ فطر واجب ہے، خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

5۔ مستحب یہ ہے کہ صدقہ فطر، عیدالفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ادا کیا جائے۔ اور رمضان المبارک میں بھی ادا کرنا درست ہے۔

6۔ زکوٰۃ کی طرح صدقہ فطر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مال سال بھر تک اس کے پاس جمع رہے، بلکہ سال سے کم عرصہ میں بھی بقدرِ نصاب مال کا مالک بن جائے اور عیدالفطر کے دن بھی اس کا مالک ہو تو صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہوگا۔

7۔ عورت پر صرف اپنی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ نابالغ بچوں کی طرف سے ان کی والدہ پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری باپ کی ہے۔

8۔ صدقہ فطر، عید کے دن صبح صادق کے وقت سے واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہو جائے، اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔ اور جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا، اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔

9۔ اگر عیدالفطر کے دن صدقہ فطر ادا نہیں کر سکا تو بعد میں ادائیگی اس کے ذمہ برقرار رہے گی، جب تک کہ وہ اُسے ادا نہ کرے۔

عیدالفطر کے مسائل

رمضان المبارک کے بعد یکم رشوال کو شکرانے کے طور پر دو رکعت نمازِ عیدالفطر ادا کرنا واجب ہے، عیدالفطر کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عیدالفطر کے دن درج ذیل کام مسنون ہیں:

(الف) غسل کرنا۔ (ب) مسواک کرنا۔
(ج) عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا۔ (د) خوشبو لگانا۔
(ہ) بالوں میں کنگھا وغیرہ کرنا۔

2۔ صبح سویرے اُٹھ کر عیدگاہ جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ نمازِ عید کے لیے جانے سے پیش تر کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے۔

3۔ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے۔

4۔ عید کی نماز پڑھنے کے لیے ایک راستے سے جائے اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے۔ عیدگاہ میں اگر ممکن ہو تو پیدل چل کر جائے۔

5۔ راستے میں یہ تکبیریں آہستہ آہستہ پڑھے:

اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَر لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَر اَللّٰهُ اَکْبَر وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

6۔ نمازِ عید کے لیے جماعت شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے کوئی نمازِ عید کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکا تو وہ تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔

7۔ عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نمازِ اشراق یا دیگر نوافل پڑھنا مکروہ ہیں۔ عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

عیدالفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ

8۔ عیدالفطر کی نماز میں دو رکعت ہوتی ہیں، جن میں چھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں۔

9۔ پہلی رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ.... الخ پڑھنے کے بعد ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ اس کے بعد امام قرأت کرے گا اور رکوع اور سجود کر کے پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ نماز کا بقیہ حصہ حسبِ معمول مکمل کرے۔

10۔ نماز کے بعد امام سنت کے مطابق خطبہ پڑھے گا، یہ خطبہ سننا واجب ہے۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔

www.rahimia.org